اسلام میں منصوبہ بندی کی اہمیت اور عہد نبوی میں اس کے امثال
**Importance of Planning in Islām and precedents in
 the Prophetic Era**

Mr. Sami Ullāh

Ph.D Research Scholar, Department of Islāmīc Theology,
 Islāmīa College University, Peshāwar, Pākistān

Mr. Muhammad Jamsheed

M.Phil Scholar, University of Science & Technology, Bannu,
 KPK, Pākistān

Abstract:

Planning deals with certain basic aspects, what to do, how to do, what would the source of doing under whose guidance it should be done etc. The Arabic word for planning is 'Takhtīt', which according to Islām is one of the most significant factors for the success of a man in life. When a man does a proper planning before performing an action, he usually gets positive results. These results include time saving, convenience, well-crafted strategy and achievement of objectives. In this article the importance of planning in Islam has been discussed by focusing on Examples of planning in the era of Holy Prophet (PBUH).

Keywords: Takhtīt, Planning, Islām, Hījrā, Ḥabshā, Jihād

تعارفِ موضوع:

زندگی کے میدان میں انسان کی کامیابی کیلئے جو امور شرط کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سے ایک منصوبہ بندی بھی ہے۔ انسان جب اپنی ذمہ داریاں منصوبہ بندی کے تحت انجام دیتا ہے تو اس کا نتیجہ بہت سے فوائد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جن میں وقت کی بچت، خوش اسلوبی، حسن تدبیر اور مقاصد کا کماحقہ حصول وغیرہ شامل ہیں۔ اسی تناظر میں اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ جن اقوام اور افراد نے منصوبہ بندی کو اپنا وطیرہ بنایا ہے، خواہ چھوٹے امور میں ہو یا بڑے امور میں، انفرادی امور میں ہو یا اجتماعی امور میں، تعمیری کاموں میں ہو یا تخریبی کاموں میں، ان اقوام اور افراد نے اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کی ہے اور کامرانی نے ان کے قدم چومے ہیں۔ لیکن جس کسی نے منصوبہ بندی کو مد نظر نہیں رکھا ہے، وہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوا اور اگر کہیں کامیاب ہوا بھی تو مصائب کے ساتھ اور مشکلات کے بعد بڑے نقصانات سے دوچار ہونے کے بعد

کامیاب ہوا۔ اس وجہ سے ضرورت محسوس ہوئی کہ اسلامی نقطہ نظر سے منصوبہ بندی کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے اور مسلم امہ کو قرآن و سنت کی روشنی میں اس کی اہمیت سے روشناس کرایا جائے۔ یہ مضمون اسی مقصد کے پیش نظر معرض تحریر میں لایا جا رہا ہے جو کہ درجہ ذیل ذیلی عنوانات پر مشتمل ہوگا:

- ۱۔ منصوبہ بندی کی تعریف
 - ۲۔ منصوبہ بندی کی اہمیت
 - ۳۔ عہد رسالت میں منصوبہ بندی کے نظائر و امثال
- منصوبہ بندی کی تعریف:

منصوبہ بندی کا مطلب ہے کہ کیا کیا جائے، کیسے کیا جائے، کس کے ذریعے کیا جائے، کہاں کیا جائے اور کس کی نگرانی میں کیا جائے وغیرہ۔ عربی میں اس کیلئے "تخطيط" اور انگریزی میں "Planning" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ علامہ ضحیٰان نے "الإدارة والحكم في الاسلام" میں اور علامہ صلابی نے "الدولة الأموية" میں اس کی تعریف یوں کی ہے:

"التخطيط هو الاستعداد في الحاضر لما يواجهه الإنسان في عمله وحياته في المستقبل"^۱

(ترجمہ): موجودہ زمانے میں آنے والی زندگی اور کاروبار کے بارے

میں تیاری کا نام منصوبہ بندی ہے۔

کیمبرج انگلش ڈکشنری میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"A set of decisions about how to do some thing in the future".^۲

(ترجمہ): مستقبل میں کسی کام کے کرنے کے بارے میں فیصلوں (یعنی اس کام

کو کیسے کیا جائے) کے مجموعے کا نام منصوبہ بندی ہے۔

جبکہ انویسٹروورڈز کے مطابق اس کی تعریف یوں ہے:

"The process of setting goals, developing strategies and outlining talks and schedules to accomplish the goals".^۳

(ترجمہ): مقاصد کو بنانے کا طریقہ کار، حکمت عملی کی ترویج اور نشو و نما

اور بحث و مباحث کرنا اور مقاصد کی تکمیل کیلئے مناسب منصوبہ بندی

کرنا تاکہ مقاصد کو پورا کیا جاسکے۔

حاصل یہ کہ منصوبہ بندی آئندہ کی ضروریات کے حل اور اس کیلئے وسائل فراہم کرنے کیلئے پروگرام بنانے کا نام ہے۔

منصوبہ بندی کی اہمیت:

مقاصد کی کما حقہ تکمیل کیلئے منصوبہ بندی انتہائی ضروری ہے۔ اس کی تخصیص کسی قوم، مذہب یا فرد کے ساتھ نہیں، لیکن اسلام نے جس واضح انداز میں اس کی اہمیت کو بیان کیا ہے، کسی مذہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

قرآن کریم، ذخیرہ احادیث اور اکابرین امت کے شب و روز سے اس کی اہمیت واضح نظر آتی ہے۔ سورہ یوسف جہاں اور تعلیمات پر مشتمل ہے، وہاں ایک اہم تعلیم اقتصادی منصوبہ بندی کی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پیش آمدہ قحط سالی کیلئے منصوبہ بندی کی حکایت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

"قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأْبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ، ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَحْصِنُونَ، ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ"^۴

(ترجمہ): تم سات برس تک مسلسل کھیتی کرو گے، پھر جو فصل ہو تو اس کو اس کے خوشوں ہی میں لگا رہنے دو (تاکہ وہ خراب نہ ہو) مگر تھوڑا سا کہ جسے تم کھاؤ۔ پھر اس کے بعد سات برس سخت آئیں گے کہ جو ذخیرہ ان کیلئے جمع کر رکھا تھا، اس کو کھا جائیں گے، مگر قدرے قلیل کہ جو احتیاط سے رکھا ہوگا۔ پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا، کہ جس میں لوگوں کیلئے بارش ہوگی اور وہ اس میں انگور کا شیرہ نچوڑیں گے۔

اگر ہم سورہ الانفال کا مطالعہ کریں تو عسکری منصوبہ بندی کا درس ملتا ہے، جو اس کی اہمیت کی واضح دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں:

"وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ"^۵

(ترجمہ): اور ان (کافروں) کے (مقابلے) کے لئے اپنی بساط کے مطابق قوت (ہتھیار) سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے تیاری کرو، اور اس کے ذریعے سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھوان پر جو (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں۔

حاصل یہ کہ سورہ یوسف ہمیں اقتصادی منصوبہ بندی کی طرف متوجہ کرتا ہے جبکہ سورۃ الانفال ہماری توجہ عسکری اور فوجی منصوبہ بندی کی طرف مبذول کرتا ہے۔ اس لئے کہ تیاری منصوبہ بندی کے مراحل میں سے ایک اہم مرحلہ ہے، جو کہ بشری اور مادی تمام ذرائع اور شعبوں کو شامل ہے۔ منصوبہ بندی اس وقت تک معیاری نہ ہوگی جب تک وہ سالم اور صحیح تیاری اور انتظام پر استوار نہ ہو۔ اگر ذخیرہ احادیث کا مطالعہ کریں تو بھی منصوبہ بندی کی ضرورت واضح نظر آئے گی۔ بخاری شریف کی کتاب الجنائز سے باب رثاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا واقعہ نظر سے گزرتا ہے۔ وہ بیمار ہیں، زندگی کی امید نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لاتے ہیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں:

"إني قد بلغ بي من الوجع، وأنا ذومال، ولا يرثني إلا ابنة، أفأصدق بثلثي مالي؟ قال: لا، فقلت: فالشطر؟ قال: لا، ثم قال: الثلث، والثلث كبير أو كثير، أن تدع ورثتك أغنياء خير من أن تذرهم عالة يتكففون الناس" ۶

(ترجمہ): میں بیمار ہوا ہوں (اور حالت یہاں تک پہنچی ہے کہ میں موت کے قریب ہو گیا ہوں) اور میں ایک مالدار آدمی ہوں، میری صرف ایک بیٹی میری وارث ہوگی، تو کیا میں اپنے مال کا دو تہائی حصہ صدقہ کر دوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، میں نے پھر عرض کیا: کہ آدھا مال؟ فرمایا: نہیں، پھر فرمایا: تہائی حصہ (یعنی تہائی حصہ مال صدقہ کر سکتے ہو) اور تہائی حصہ بھی بڑا ہے یا (فرمایا کہ) زیادہ ہے۔ اگر تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ دو (یعنی ان کیلئے اتنا مال چھوڑ دو کہ وہ اس کے ذریعے مالدار ہو جائیں) تو یہ بہت بہتر ہے اس سے کہ تم ان کو فقیر چھوڑ دو کہ پھر وہ لوگوں سے بھیک مانگتے پھریں۔

کس قدر دلنشین انداز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل و عیال کی بہتر مستقبل کیلئے منصوبہ بندی کا درس دیا۔

اسی طرح اگر اکابرین امت کی عبارات و تحریرات کو دیکھیں تو ان میں بھی منصوبہ بندی کی اہمیت جھلکتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ علامہ کمال ادہمؒ کی ایک تحریر کو لیتے ہیں جو اسلام میں منصوبہ بندی کی اہمیت و ضرورت کو اجاگر کرتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ففى الإدارة الإسلامية فإن الهدف النهائى هو عبادة الله وتعمير الكون ولتحقيق هذا الهدف النهائى لا بد من تحقيق الأهداف المرحلية، التى تسعى جميعها إلى تحقيق الهدف النهائى وتسعى النظم الإسلامية بأنواعها المختلفة السياسية والاقتصادية والإدارية والدولية والعسكرية إلى تحقيق أهدافها المرحلية، وذلك فى سبيل الوصول إلى تحقيق الهدف النهائى"^۷

(ترجمہ): اسلامی ادارے میں ادارے کا مقصودی ہدف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کائنات کی تعمیر ہے اور اس مقصودی ہدف کے حصول کیلئے کچھ مرحلہ وار ابتدائی اہداف کا حصول ضروری ہے، جو اس مقصودی ہدف کو حاصل کرنے کی کوششیں ہیں۔ اسلامی قوانین اپنی جملہ سیاسی، اقتصادی، اداری، قومی اور عسکری انواع کے ساتھ اپنے مرحلہ وار اہداف کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور پھر (یہ تمام مجموعی طور پر) اسی مقصودی ہدف کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔

اس عبارت سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ اداری منصوبہ بندی ان تنفیذی خطوط اور اہداف کو بنیادی توجہ دیتی ہے جو کہ ممکنہ وسائل و ذرائع پر مشتمل ہوتے ہیں تاکہ مقرر کردہ اہداف کا حصول ہو جائے۔

مختصر یہ کہ قرآنی تعلیمات، نبوی ارشادات اور اکابرین کی عبارات و تحریرات اس بات کی شاہد عدل ہیں کہ اسلام منصوبہ بندی کا درس دیتا ہے، اس کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

عہد رسالت میں منصوبہ بندی کے نظائر اور امثال:

سیرت طیبہ خصوصاً عہد رسالت کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی کام بغیر منصوبہ بندی کے نہیں کیا ہے، بلکہ ہر کام مناسب منصوبہ بندی کے تحت کیا ہے۔ موضوع کی وضاحت کیلئے ان میں سے چند ایک کو بطور نظیر و امثال پیش کرتے ہیں۔

ہجرت اور منصوبہ بندی:

مکہ مکرمہ میں جب مشرکین مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت محسوس کی کہ مسلمانوں کو مکہ کی معاشرتی زندگی سے علیحدہ کیا جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر ہجرت کے واقعات پیش آئے۔ سیرت طیبہ کے مطابق ایک ہجرت حبشہ کی طرف ہوئی ہے اور ایک مدینہ منورہ کی طرف ہوئی ہے۔

(۱) حبشہ کی طرف ہجرت:

پہلی ہجرت حبشہ کی طرف ہوئی ہے۔ کفار نے اسلام کی طرف بڑھتی ہوئی رغبت دیکھی، اسلام کا دائرہ وسیع ہوتا ہوا دیکھا تو ان سے ہضم نہ ہوسکا اور مسلمانوں کو دین اسلام سے برگشتہ کرنے کیلئے ستانا شروع کیا اور مکمل طور پر ان کی ایذا رسانی پر آمادہ ہو گئے۔ ان حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی جگہ کے بارے میں سوچ بچار شروع کیا، جہاں مسلمان امن سے رہیں، وہ جگہ دعوت کیلئے بھی موزوں ہو اور اس کو نئی ریاست کے مرکز کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت نے حبشہ کا انتخاب کیا اور صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا:

"تفرقوا فی الأرض فإن الله سیجمعکم، قالوا: إلى أين نذهب؟، قال: إلى هنا، وأشار بیده إلى أرض الحبشة"^۸

(ترجمہ): تم اللہ کی زمین پر کہیں چلے جاؤ، عنقریب اللہ تعالیٰ ضرور تم سب کو جمع فرمائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: کہاں جائیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے حبشہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، اس طرف چلے جاؤ۔

سیرت ابن ہشام میں ہے:

"لو خرجتم إلى أرض الحبشة، فإن بها ملكاً لا یظلم أحد عنده، وهي أرض صدق، حتی یجعل الله لکم فرجاً"^۹

(ترجمہ): اگر تم حبشہ کی طرف ہجرت کرو (تو یہ بہتر ہوگا) اس لئے کہ وہاں کے بادشاہ کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا، وہ سچے لوگوں کی زمین ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان مصائب سے نجات دے جن میں تم ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اقدام مستقبل کیلئے تیاری اور مناسب جگہ میں قرار پکڑنے کا پیش خیمہ تھا۔ ہجرت حبشہ نظریاتی افراد کی حفاظت، نظریاتی افراد کے پیدا کرنے

، نظریاتی افراد کے تیار کرنے اور نظریاتی انقلاب کیلئے معاون اور مرکز کے تلاش کی ایک منصوبہ بندی تھی، جو رنگ لائی اور مطلوبہ مقاصد کا حقہ حاصل ہوئے۔ شاہ حبشہ کی صورت میں وہ عظیم نظریاتی ساتھی میسر ہوا، مسلمان کفار کے مظالم سے محفوظ ہوئے، اپنے نظریات کی ترویج آسان ہوئی اور ایک مضبوط حکومت کے ساتھ اچھے اور مضبوط روابط سے نظریاتی انقلاب کیلئے مناسب مرکز اور بہترین معاون ہاتھ آیا۔

(۲) مدینہ کی طرف ہجرت:

دوسری ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ہوئی۔ یہ وہ ہجرت ہے جو اسلامی ریاست کے باقاعدہ قیام کیلئے سنگ میل ثابت ہوئی۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت نے کفار کے اوسان خطا کر دئے تھے۔ ان کے مظالم انتہائیوں کو چھو رہے تھے۔ مسلمانوں پر زندگی کا دائرہ تنگ کر دیا گیا تھا اور وہ اس بات کے متنبی تھے کہ کسی طرح ان کو مکہ چھوڑنے کا حکم مل جائے۔

آخر کار ایجابت از در حق آگئی اور مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت مل گئی۔ اس کے بعد خونی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انتظام کرنا شروع کر دیا تاکہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کریں۔ چنانچہ ایک دن حضرت جبریل آئے اور فرمایا:

"لا تبث هذه الليلة على فراشك الذي كنت تبث عليه" (ترجمہ): یہ (آئندہ آئیوالی) رات اپنے اس بستر پر مت گزاریں جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے رات گزارا کرتے تھے۔

یہ حکم ملنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ضروری امور کے نمٹانے کے لئے حضرت علیؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سفر میں معیت کا مطالبہ کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر کیلئے جو منصوبہ بندی کی وہ اس انداز کی تھی:

(۱)۔ مخلص ساتھی کی معیت:

سفر میں معیت کیلئے مخلص ترین ساتھی (ابو بکر صدیقؓ) کا انتخاب کیا۔ جیسا کہ سیرت ابن ہشام میں حضرت اسماء سے روایت ہے:

"فقال: إن الله قد أذن لي في الخروج والهجرة، قالت: فقال أبو بكر "الصحة يا

رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصحة" ۱۱

(ترجمہ): نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے (مکہ سے) نکلنے اور ہجرت کرنے کی اجازت دی ہے۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں: تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں ساتھ ہوں گا؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ ساتھ ہوں گے۔

(۲) سفر کیلئے مناسب سواری کا انتظام

"ثم قال: يا نبي الله! إن هاتين راحلتين قد كنت أعددتهما لهذا" ^{۱۲} یعنی پھر فرمایا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دو سواریاں ہیں، میں نے اسی لئے ان کو تیار کیا تھا۔

(۳) راستے کی راہنمائی کیلئے رہبر کا انتخاب

"فاستاحرا عبد الله بن أرقط يدلهما على الطريق" ^{۱۳} (ترجمہ): انہوں نے عبد اللہ بن ارقط کو راستہ بتانے کیلئے اجرت پر لیا۔

(۴) غار ثور میں قیام کا فیصلہ

مخالفین کی نظروں سے اوجھل رہنے اور ان کی توجہ پھیرنے کیلئے غار ثور میں تین دن قیام کا فیصلہ کیا۔

"ثم عمدا إلى غار ثور فدخله" ^{۱۴} (ترجمہ): پھر غار ثور کا ارادہ کیا اور اس میں داخل ہوئے۔

(۵) حالات سے باخبر رہنے کے لیے بندوبست

قریش اور مشرکین کے حالات سے باخبر رہنے کیلئے عبد اللہ بن ابی بکرؓ کو مکہ میں چھوڑا۔

"وأمر أبو بكر ابنه عبد الله ابن أبي بكر أن يتسمع لهما ما يقول الناس فيهما نهاره ثم يأتيهما إذا أمسى بما يكون في ذلك اليوم من الخبر" ^{۱۵}

(ترجمہ): حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہؓ کو حکم دیا کہ دن کے وقت لوگ ان کے بارے میں جو کچھ کہیں، وہ ان پر کان دھریں اور پھر شام کے وقت ان کو اس دن کی خبر ان کو دیں۔

(۶) راشن کا بندوبست:

کھانا لانے کی ذمہ داری حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کو سونپی۔

"وكانت أسماء بنت أبي بكر تأتيهما من الطعام إذا أمسى بما يصلحهما" ^{۱۶}

(ترجمہ): حضرت اسماءؓ شام کے وقت ان کے پاس مناسب کھانا لاتی تھیں۔
اس منصوبہ بندی کے نتیجے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لمبا اور کٹھن سفر کامیاب طریقے سے طے کیا اور کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالینے میں کامیاب نہ ہو سکے۔
یہ تو سفر کیلئے منصوبہ بندی تھی اور جو ہجرت کی منصوبہ بندی تھی تو وہ ان مقاصد کے تکمیل کیلئے تھی جن کا ذکر ہجرت حبشہ میں ہو چکا۔ ہجرت مدینہ کی اس منصوبہ بندی کے نتیجے میں ایک اعلیٰ اور منظم اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔

مدینہ منورہ کے ابتدائی ایام اور منصوبہ بندی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد سب سے پہلے درجہ ذیل امور کیلئے منصوبہ بندی فرمائی۔

(۱) تعمیر مسجد النبی کیلئے منصوبہ بندی:

مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کا فیصلہ کیا، جس کیلئے یوں منصوبہ بندی فرمائی:

(۱) سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کیلئے زمین کا انتخاب فرمایا۔ یہ وہ زمین تھی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ آکر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے بارے میں علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ نے لکھا ہے:

"اول جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ آکر بیٹھ گئی تھی وہ جگہ یتیموں کا مرید تھا، یعنی کھجور خشک کرنے کی جگہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ کی بابت دریافت کیا کہ یہ جگہ کس کی ملکیت ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ خرمن سہل اور سہیل کی ہے۔۔۔ الخ"۱۷

اسی جگہ کو خرید کر اس پر مسجد نبوی تعمیر فرمائی۔

(۲) اس کے بعد مجوزہ زمین پر موجود کھجور کے درخت کاٹے۔

(۳) زمین میں مشرکین کے قبور کو ہموار کیا۔

(۴) مسجد کی تعمیر کیلئے گچی اینٹیں بنوائیں۔

علامہ کاندھلویؒ نے ان چیزوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"بعد ازاں اس زمین پر کھجور کے جو درخت تھے ان کے کسٹوانے اور قبور مشرکین کے ہموار کرنے کا حکم دیا، اور اس کے بعد گچی اینٹیں بنانے کا حکم

(۵) ان تمام ترتیبات کے بعد تعمیر کا آغاز فرمایا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس حصہ لیا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے:

"فَعَمِلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَرْغَبَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْعَمَلِ فِيهِ"^{۱۹}

(ترجمہ): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو کام میں رغبت دلانے کیلئے خود اس میں کام کیا۔

(۲) مہاجرین کے مسائل حل کرنے کیلئے منصوبہ بندی:

مکہ مکرمہ سے جو صحابہ کرام ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے، وہ اپنا سب کچھ وہیں چھوڑ کر آئے تھے، نہ ان کے پاس مال و جائیداد تھا نہ گھر بار اور نہ ہی اعزا و اقرباء۔۔۔ یہ ایک بڑا مسئلہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کے حل کیلئے جو منصوبہ بندی کی، وہ مواخاۃ کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ کا رشتہ قائم کیا، اور ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا۔ یہ رشتہ مواخاۃ اس قدر مستحکم اور مضبوط تھا کہ بمنزلہ قرابت و نسب سمجھا جاتا تھا۔ جب کوئی انصاری مرتا تو مہاجر ہی اس کا وارث ہوتا۔ قرآن کریم نے اس رشتہ مواخاۃ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ"^{۲۰}

(ترجمہ): بیشک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جان و مال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور ان کی مدد کی، یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔

(۳) قیام امن کیلئے منصوبہ بندی:

مدینہ منورہ کی اکثر آبادی اوس اور خزرج کے دو بڑے قبائل پر مشتمل تھی۔ ان کے علاوہ یہاں یہود کے بھی تین قبائل تھے۔ مدینہ منورہ میں اکثر فتنہ و فساد اسی مذہبی اور نسلی تنوع کی وجہ سے پیدا ہوتا اور اسی سے پھیلتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں امن کے قیام اور یہودیوں کی سازشوں سے بچنے اور ان کے فتنہ و فساد کے پھیلاؤ کو روکنے کی منصوبہ بندی فرمائی اور ان کے ساتھ ایک معاہدہ تحریر فرمایا جو ميثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس معاہدے کی تفصیل سیرت ابن ہشام اور البدایہ والنہایہ میں مذکور ہے، ہم یہاں اسکا ملخص (ترجمہ) تحریر کرتے ہیں۔

(۱) خون بہا کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا، اب بھی قائم رہے گا۔ (۲) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ (۳)۔ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔ (۴)۔ یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے تو ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ (۵)۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔ (۶)۔ مدینہ منورہ پر اگر حملہ ہوا تو دونوں فریق ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔ (۷)۔ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا۔ لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی^{۲۱}۔

غزوات و سرایا اور منصوبہ بندی:

اس عنوان کے تحت دو چیزیں آتی ہیں:

۱۔ غزوات و سرایا کی منصوبہ بندی

۲۔ غزوات و سرایا کیلئے منصوبہ بندی

دونوں کی مثالیں اور نظامِ عہد رسالت میں ملتی ہیں۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو مدینہ منورہ میں ایک میثالی ریاست کے قیام کے بعد ضروری تھا کہ دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا جائے، اس کو مرعوب کیا جائے، اسلامی حکومت کی شان و شوکت کو جما دیا جائے اور معاشرے میں امن و امان، سلامتی اور خوشحالی کو استحکام دیا جائے۔ ان مقاصد کے حصول کیلئے ضروری تھا کہ دشمن کی معیشت کو تباہ کیا جائے، مرکز سے متعلقہ علاقوں میں امن و امان قائم کیا جائے اور مرکز کے ماحول کو قوی، منظم اور مستحکم کیا جائے۔ نیز پیش قدمی کی صورت میں پیچھے کی طرف سے اطمینان حاصل کیا جائے۔

ان مقاصد کے حصول کیلئے غزوات و سرایا کی منصوبہ بندی کی گئی۔ اور ان کی تکمیل سریہ حمزہ، سریہ عبیدہ بن حارث، سریہ عبداللہ بن جحش، غزوہ بواط، بدر، احد اور خندق وغیرہ سے ہوئی^{۲۲}۔

جہاں تک غزوات و سرایا کی بات ہے تو انکی فہرست طویل ہونے کی وجہ سے ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

۱. الضحیان، عبد الرحمن بن ابراهيم، الإدارة والحکم فی الاسلام، ص ۶۹، المملكة العربية السعودية، المدينة المنورة منورة ۵، صلابی، علی بن محمد، الدولة الأموية، ج ۲، ص ۸۳، دار ابن كثير، بيروت، ۲۰۰۹ء
۲. www.dictionary.cambridge.com
۳. www.investorwords.com
۴. سورة يوسف: ۴۹، ۴۸، ۴۷
۵. سورة الانفال: ۶۰
۶. بخاری، أبو عبد الله، محمد بن اسماعيل، الصحيح البخاری، رقم ۱۲۹۵، دار طوق النجاة، القاهرة، ۱۹۸۰ء
۷. فوزی، کمال أدهم، الإدارة الإسلامية، ص ۱۱۲، دار النفائس، بيروت
۸. أبی الفتح، محمد بن محمد، عیون الأثر، ج ۱، ص ۱۳۵، دار القلم، بيروت
۹. جمال الدين، أبو محمد، عبد الملك بن هشام، السيرة النبوية، ج ۱، ص ۳۲۱، مكتبة مصطفى البابي الحلبي
۱۰. عبد الملك بن هشام، السيرة النبوية، ج ۱، ص ۸۲، مكتبة مصطفى البابي الحلبي
۱۱. ابن هشام، السيرة النبوية، ج ۱، ص ۸۵، مكتبة مصطفى البابي الحلبي
۱۲. أيضاً
۱۳. أيضاً
۱۴. أيضاً
۱۵. أيضاً
۱۶. أيضاً
۱۷. کاندلوی، محمد ادریس، علامہ، سيرة المصطفى، ج ۱، ص ۲۵، مكتبة الطاف اينڈسٹریز، کراچی
۱۸. أيضاً
۱۹. ابن هشام، السيرة النبوية، ج ۱، ص ۹۶، مكتبة مصطفى البابي الحلبي
۲۰. الأنفال: ۷۲
۲۱. ابن هشام، السيرة النبوية، ج ۱، ص ۵۰۱، مكتبة مصطفى البابي الحلبي

۲۲. الضحيان، عبد الرحمن بن ابراهيم، الإدارة و الحكم فى الاسلام، ص ۸۵، (ملخص از تخطيط النبوى للغزوات والسرايا)، مكتبة المملكة السعودية العربية، المدينة المنورة.

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (<http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/>).